ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.8. No.4 2025

تقابلی ادب: فرانسیسی و امریکی دبستان کا تنقیدی جائزہ

Comparative Literature: A Critical Review of the French and American Schools

محمد راشد

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اردو، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر عائشہ مقصود

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

Abstract:

This article explores the concept, historical development, theoretical foundations, and methodological scope of Comparative Literature. It explains that comparative literature is not limited to the comparison of two authors, texts, or literary traditions; rather, it examines relationships among different languages, cultures, literary movements, intellectual trends, and artistic traditions. The study traces the development of comparative thought from early literary practices to the emergence of Comparative Literature as an independent academic discipline. Particular attention is given to the contributions of Goethe, Matthew Arnold, H. M. Posnett, and the French and American schools of Comparative Literature. The article also highlights the major areas of comparative study, including literary influence, sources, genres, techniques, movements, translation, cultural interaction, and interdisciplinary approaches. It further emphasizes the importance of objectivity, thematic relevance, and methodological consistency in comparative research. Overall, Comparative Literature is presented as a broad critical and research-oriented discipline that promotes cross-cultural understanding, global literary awareness, and a deeper interpretation of shared human experience.

Keyword:

Comparative Literature, Comparative Study, World Literature, Literary Criticism, French School, American School, Intercultural Studies, Interdisciplinary Studies, Literary Influence, Literary Traditions, Comparative Methodology

تقابل انسانی فطرت کا ایک بنیادی وصف ہے۔ انسان عموماً مختلف اشیا، افکار اور حالات کو ایک دوسرے کے مقابل رکھ کر ان کا جائزہ لیتا ہے اور پھر ان کے بارے میں اپنی رائے قائم کرتا ہے۔ انسانی تاریخ بھی اس امر کی گواہ ہے کہ انسان ہمیشہ بہتر سے بہتر کی جستجو میں مصروف رہا ہے۔ علمی، فکری اور سماجی ترقی کے پس منظر میں بھی اس تقابلی رجحان کا اہم کردار رہا ہے۔ اسی طرح ادب کی ترقی، توسیع اور تفہیم میں بھی تقابلی نقطۂ نظر نے ہمیشہ نمایاں اہمیت حاصل کی ہے۔

ادب میں تقابلی مطالعے کی ابتدائی مثالیں پہلی صدی قبل مسیح کے معروف رومی شاعر ہوریس (Horace) کی تحریروں میں ملتی ہیں۔ ہوریس نے لاطینی زبان کے نوآموز شاعروں کو یہ مشورہ دیا کہ وہ شاعری میں کمال حاصل کرنے کے لیے

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

قدیم یونانی ادبی شاہکاروں سے استفادہ کریں۔ اسی نوعیت کا خیال پہلی صدی عیسوی کے معروف رومی معلم کوئین ٹلین (Quintilian) نے اپنی مشہور تصنیف *Institutio Oratoria* میں بھی پیش کیا۔ یہ کتاب بارہ جلدوں پر مشتمل ہے اور بنیادی طور پر خطابت کی تعلیم کے لیے لکھی گئی تھی، لیکن اس کی دسویں جلد تقابلی مطالعے کے حوالے سے خصوصی اہمیت رکھتی ہے۔اس میں کوئین ٹلین نے یونانی اور لاطینی ادیبوں کا تقابل کرتے ہوئے اہلِ روم کو اس جانب متوجہ کیا کہ وہ یونانی ادیبوں کے فکر و فن اور ادبی سرمایہ سے مسلسل فائدہ اٹھاتے رہیں۔

اردو ادب میں بھی تقابلی مطالعے کی روایت موجود رہی ہے۔ معروف نقاد کلیم الدین احمد نے اردو ادب کا انگریزی ادب کے ساتھ تقابل کرتے ہوئے مختلف ادبی پہلوؤں کو سمجھنے اور جانچنے کی کوشش کی۔اسی طرح دنیا کی مختلف زبانوں اور ادبی روایتوں میں تقابلی مطالعے کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ان مثالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ادب کی تفہیم، قدر شناسی اور فکری وسعت میں تقابلی مطالعہ ہمیشہ ایک مؤثر ذریعہ رہا ہے۔

تقابلی مطالعہ انگریزی اصطلاح *Comparative Study* کا اردو متبادل ہے۔لفظ "تقابل" کے لغوی معنی موازنہ، مقابلہ یا دو چیزوں کو آمنے سامنے رکھ کر دیکھنے کے ہیں، جبکہ "مطالعہ" سے مراد کسی موضوع یا شے سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے غور و فکر اور جائزہ لینا ہے۔اس لحاظ سے تقابلی مطالعے کا مفہوم یہ ہے کہ دو یا دو سے زیادہ موضوعات، اشیا یا افکار کو ایک دوسرے کے مقابل رکھ کر ان کے درمیان مماثلتوں، اختلافات اور خصوصیات کا جائزہ لیا جائے۔

اصطلاحی طور پر تقابلی مطالعہ ایک ایسا تحقیقی طریقۂ کار ہے جسے فنونِ لطیفہ، فلسفہ، تاریخ، مذہب، لسانیات، نفسیات، سیاسیات اور سماجیات سمیت مختلف علوم میں استعمال کیا جاتا ہے۔ادب کے میدان میں اسی طریقۂ مطالعہ کو عموماً تقابلی ادب کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تقابلی مطالعہ مختلف زبانوں، ادبی روایتوں اور مصنفین کو سمجھنے اور ان کے ادبی مقام و مرتبے کے تعین میں مدد دیتا ہے۔ عام مطالعے میں قاری ایک زبان یا ایک ادبی روایت تک محدود رہ سکتا ہے، جبکہ تقابلی مطالعے کے ذریعے اسے ایک سے زیادہ زبانوں، ادبیات اور ثقافتی روایتوں سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ تقابلی مطالعے کا دائرۂ کار نہایت وسیع ہے۔اس کے ذریعے مختلف ممالک، زبانوں اور تہذیبوں کے ادبی سرمائے کا باہمی مطالعہ ممکن ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ مختلف ماہرینِ ادب نے تقابلی ادب کی تعریف اپنے اپنے علمی اور فکری زاویۂ نظر کے مطابق پیش کی ہے۔ رینے ویلک (Rene Wellek) کے مطابق:

> "تقابلی ادب، ادب کی تمام صورتوں کا مطالعہ بین الاقوامی تناظر میں پیش کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں یہ حقیقت واضح کر دیتا ہے کہ ادبی تخلیق اور اس سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت قومی، سیاسی، جغرافیائی حدود سے آزاد ہے۔"(۳۰)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ہنری ایچ۔ایچ ریماک (Henry H.H Remak) کے مطابق :

"تقابلی ادب دو ملکوں کے درمیان تخلیق کیے گئے ادبیات کا تقابلی مطالعہ ہے، یہ مطالعہ آرٹ، تاریخ، مذہب، سماجیات، سیاسیات اور معاشیات وغیرہ علم کے مختلف شعبوں کے آپسی تعلقات کا بھی مطالعہ ہے۔"(۳۱)

پروفیسر محمد حسن تقابلی ادب کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"تقابلی ادب سے وہ ادب مراد ہے جو مختلف ادبی اور فکری اور تہذیبی اثرات کو قبول کرتا ہو اور جس کے ذریعے مختلف ادبیات کے درمیان لین دین، تطابق اور تخالف، تحریکات و تمثال، افکار و اقدار کے تبادلے کا سلسلہ قائم ہو۔"(۳۲)

اس ضمن میں پروفیسر محمد حسن لکھتے ہیں:

''تقابلی ادب محض اس ادب سے عبارت نہیں جس میں محض کسی بھی دو فنکاروں کا تقابل کیا جائے یا کسی دو مختلف زبانوں یا ادبیات کے درمیان تقابلی مطالعہ کیا جائے بلکہ وہ ادب جو دو فنکاروں اور دو زبانوں کی ادبیات کے درمیان مختلف سطحوں کے لین دین مطابق اور تخالف کا مطالعہ کرکے اس کے دور رس محرکات کو بے نقاب کرتا ہو اور وسیع تر عالمی آگاہیوں کو سامنے لاتا ہو۔(۳۳)

تقابلی ادب کی مختلف تعریفوں اور نظری مباحث کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس کا دائرۂ کار صرف دو ادبی متون یا دو مصنفین کے درمیان مماثلتوں اور اختلافات تک محدود نہیں۔ اس میں مختلف زبانوں، تہذیبوں، تاریخی ادوار، ادبی تحریکوں، فکری رجحانات اور ثقافتی مظاہر کے باہمی تعلقات، اثرات اور تعاملات کا مطالعہ بھی شامل ہے۔اس اعتبار سے تقابلی ادب ایک ایسا تنقیدی اور تحقیقی منہج ہے جو ادب کو قومی اور لسانی حدود سے بلند ہو کر ایک وسیع عالمی تناظر میں سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی وسعت آگے چل کر عالمی ادب (World Literature) کے تصور سے جڑ جاتی ہے، جہاں مختلف زبانوں میں تخلیق ہونے والے ادبی سرمائے کو مشترکہ انسانی ورثے کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

انگریزی ادب میں تقابلی مطالعے کی ابتدائی بنیاد رکھنے والوں میں فرانسس میرس (Francis Meres) کا نام اہم ہے۔ان کی تصنیف *Palladis Tamia: Wits Treasury*، جو 1598ء میں شائع ہوئی، تقابلی تنقید کے حوالے سے خاص اہمیت رکھتی ہے۔اس کتاب کے باب *A Comparative Discourse of Our English Poets, With the Greeke, Latine, and Italian Poets* میں انہوں نے انگریزی، یونانی، لاطینی اور اطالوی شعرا

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

کے فکری اور فنی اوصاف کا تقابلی جائزہ پیش کیا۔ اس مطالعے کے ذریعے مختلف ادبی روایتوں کے درمیان مماثلتوں اور امتیازات کو نمایاں کیا گیا، جس سے انگریزی ادب میں تقابلی شعور کو فروغ ملا۔

بعد میں ولیم شیکسپیئر (William Shakespeare) کی معروف غنائی نظم *Shall I Compare Thee to a Summer's Day?* میں تقابل کی جمالیاتی صورت سامنے آتی ہے۔ اگرچہ یہ نظم باقاعدہ تقابلی ادب کی مثال نہیں، لیکن محبوب کے حسن کو تقابلی انداز میں پیش کرنے کے باعث یہ تقابلی فکر کے فنی امکانات کو ظاہر کرتی ہے۔ اس طرح فرانسس میرس اور شیکسپیئر کی تحریروں نے بالواسطہ طور پر اس رجحان کو تقویت دی جو بعد میں تقابلی ادب کے ایک مستقل علمی شعبے کی تشکیل کا باعث بنا۔

تقابلی ادب کے نظری مباحث کو حقیقی وسعت انیسویں صدی میں جرمن مفکر اور ادیب یوہان وولف گانگ فان گوئٹے (Johann Wolfgang von Goethe) کے تصورِ "عالمی ادب" سے حاصل ہوئی۔ گوئٹے نے یہ خیال پیش کیا کہ مختلف اقوام اور زبانوں میں تخلیق ہونے والا ادب دراصل ایک مشترکہ عالمی ادبی ورثہ ہے، جسے صرف قومی یا جغرافیائی حدود کے اندر محدود نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے نزدیک ادبی متون کے باہمی مطالعے اور تراجم کے ذریعے مختلف تہذیبوں کے درمیان فکری اور ثقافتی مکالمہ پیدا کیا جا سکتا ہے۔ اس تصور نے دنیا کی مختلف ادبی روایتوں کو ایک مشترکہ تناظر میں دیکھنے کی بنیاد فراہم کی۔

بیسویں اور اکیسویں صدی میں تقابلی ادب ایک باقاعدہ علمی اور تحقیقی شعبے کے طور پر مستحکم ہوا۔ اب اس کا مقصد صرف مختلف ادبی متون کا موازنہ کرنا نہیں بلکہ مختلف ثقافتوں، ادبی روایتوں، نظریات اور فنی رجحانات کے درمیان تعلقات اور اثرات کو سمجھنا بھی ہے۔ عصرِ حاضر میں تقابلی ادب بین المتونی (Intertextual)، بین الثقافتی (Intercultural) اور بین العلومی (Interdisciplinary) مطالعات کو بھی اپنے دائرۂ کار میں شامل کرتا ہے، جس سے ادب کے مطالعے کو مزید وسیع، عالمی اور انسانی تناظر حاصل ہوتا ہے۔ پروفیسر محمد حسن عالمی ادب کی اصطلاح کے متعلق لکھتے ہیں:

> "یورپ میں صنعتی انقلاب نے دنیا کی طنابیں کھینچ دیں اور سائنس پر نیا اعتماد پیدا کیا، یورپی دنیا کے ممالک ایک برادری میں منسلک ہوگئے۔ مختلف زبانوں کی ادبیات سے واقفیت عام ہونے لگی اور عالمی تصور ابھرنے لگا۔ اسی بیداری کا ایک نتیجہ عالمی ادب کا تصور بھی تھا جو مبہم ہونے کے باوجود زیادہ جامع اور وسیع اصطلاح کے طور پر سامنے آیا۔ مشہور جرمن شاعر گوئٹے نے پہلی بار عالمی ادب کی اصطلاح کو برتا جس سے مراد وہ ادب تھا جو عالمی معیاروں پر پورا اترتا ہو اور جو عالم گیر آگہی اور تہذیبی وحدت کا اظہار کرتا ہو۔"(۳۴)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

انیسویں صدی کے وسط تک انگریزی تنقیدی روایت میں تقابلی نوعیت کے مطالعات کے لیے عموماً *Comparative Study* کی اصطلاح رائج تھی۔ تاہم اس شعبۂ علم کی نظریاتی تشکیل اور علمی شناخت کے ارتقا میں میتھیو آرنلڈ (Matthew Arnold) کی خدمات نہایت اہم سمجھی جاتی ہیں۔ 1848ء میں اپنے ایک خط میں آرنلڈ نے پہلی مرتبہ تقابلی ادبی مطالعات کے لیے *Comparative Literature* کی اصطلاح استعمال کی۔ یہ محض اصطلاحی تبدیلی نہیں تھی بلکہ اس نے تقابلی مطالعے کو ایک باقاعدہ اور مستقل علمی و تنقیدی شعبے کی شناخت فراہم کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ بعد کے ناقدین اور محققین نے اس اصطلاح کو وسیع پیمانے پر اختیار کیا اور یوں تقابلی مطالعہ رفتہ رفتہ ایک منظم علمی ڈسپلن کی صورت اختیار کرنے لگا۔

تقابلی ادب کو مزید علمی اور ادارہ جاتی استحکام دینے میں ایچ۔ ایم۔ پاسنٹ (H. M. Posnett) کا کردار بھی نمایاں ہے۔ انہوں نے 1886ء میں اپنی معروف کتاب *Comparative Literature* تصنیف کی، جسے تقابلی ادب کے ابتدائی نظری مباحث اور طریقۂ کار کی وضاحت کرنے والی اہم کتابوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس تصنیف کے بعد ''تقابلی ادب'' کی اصطلاح علمی حلقوں میں زیادہ باقاعدگی سے رائج ہوئی اور اس شعبے نے ایک مستقل تنقیدی اور تحقیقی حیثیت حاصل کرنا شروع کر دی۔

گوئٹے کے تصورِ ''عالمی ادب (World Literature)'' اور آرنلڈ و پاسنٹ کی نظریاتی کاوشوں کے اثرات کے تحت مغرب میں تقابلی ادب کے باقاعدہ فروغ کی راہ ہموار ہوئی۔ انیسویں صدی کے آخری حصے اور بیسویں صدی کے ابتدائی زمانے میں تقابلی ادب کے اصول، مقاصد اور طریقۂ تحقیق پر مختلف کتابیں اور تحقیقی مضامین سامنے آئے۔ اس علمی پیش رفت نے تقابلی ادب کو صرف دو ادبی متون کے موازنے تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے مختلف زبانوں، تہذیبوں، ادبی تحریکوں اور فکری روایتوں کے باہمی تعلقات کے مطالعے کا وسیع میدان بنا دیا۔

ادارہ جاتی سطح پر اس شعبے کی ترقی کا ایک اہم مرحلہ 1910ء میں امریکہ کی یونیورسٹی آف سنسناٹی (University of Cincinnati) میں تقابلی ادب کے مستقل شعبے کا قیام تھا، جس کے پہلے سربراہ پروفیسر ایف۔ ڈبلیو۔ چاندلر (F. W. Chandler) مقرر ہوئے۔ یہ پیش رفت اس امر کی علامت تھی کہ تقابلی ادب ایک خود مختار علمی شعبے کی حیثیت اختیار کر رہا تھا۔ بعد ازاں امریکہ، فرانس اور جرمنی کی مختلف جامعات میں بھی تقابلی ادب کے مستقل شعبے قائم ہوئے، جہاں باقاعدہ تدریس، تحقیق اور تنقیدی مطالعات کا آغاز ہوا۔

تقابلی ادب کے بین الاقوامی فروغ میں 1954ء میں آکسفورڈ میں قائم ہونے والی تنظیم *International Comparative Literature Association (ICLA)* نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ اس تنظیم نے دنیا کے

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے محققین کو ایک مشترکہ علمی پلیٹ فارم فراہم کیا اور تقابلی ادب کے نئے رجحانات، نظری مباحث اور تحقیقی جہات کو فروغ دینے میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ یہ تنظیم ہر تین سال بعد عالمی کانفرنس منعقد کرتی ہے، جہاں اس شعبے سے متعلق جدید نظریات اور تحقیقی کاوشوں پر گفتگو کی جاتی ہے۔ اسی علمی روایت میں معروف محققہ انا بالاکیان (Anna Balakian) کی یاد میں ''انا بالاکیان پرائز'' بھی دیا جاتا ہے، جسے تقابلی ادب کے ایک اہم بین الاقوامی اعزاز کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

تقابلی ادب کی نظریاتی تاریخ میں دو نمایاں دبستان خصوصی اہمیت رکھتے ہیں: فرانسیسی دبستان اور امریکی دبستان۔ فرانسیسی دبستان زیادہ تر ادبی اثرات، ماخذات اور باہمی روابط کے مطالعے پر زور دیتا ہے، جبکہ امریکی دبستان تقابلی ادب کے دائرے کو وسیع کرتے ہوئے بین الثقافتی، بین العلومی (Interdisciplinary) اور عالمی ادبی مطالعات تک پھیلا دیتا ہے۔ ان دونوں دبستانوں کے نظریاتی اختلافات نے تقابلی ادب کی فکری اور تنقیدی بنیادوں کو مزید وسعت عطا کی۔

اس طرح عصرِ حاضر میں تقابلی ادب ایک کثیر الجہتی علمی شعبے کی صورت اختیار کر چکا ہے جو مختلف زبانوں، تہذیبوں، نظریات، ثقافتی مظاہر اور ادبی روایتوں کے باہمی تعلقات کا تنقیدی جائزہ لینے میں مدد دیتا ہے۔ اسی وجہ سے آج اسے عالمی ادبی شعور، ثقافتی مکالمے اور مشترکہ انسانی تجربے کو سمجھنے کا ایک اہم وسیلہ تصور کیا جاتا ہے۔ محمد حسن ان دونوں دبستانوں کے متعلق لکھتے ہیں:

> "فرانس اور جرمنی میں تقابلی ادب نے وسیع تر سماجی سیاق و سباق کو اہمیت دی۔ فرینک فرٹ اسکول نے بطور خاص ان عمرانی عناصر پر زور دیا جو مختلف ادبیات میں مماثلتیں اور اختلافات پیدا کرتے ہیں جب کہ امریکہ کے تقابلی ادب نے مختلف ادبیات کے اندرونی ڈھانچے اور اس کی جمالیاتی اور اسلوبیاتی خصوصیات کے تقابل کو پیش نظر رکھا۔ یہ دونوں نقطۂ نظر ان دبستانوں کے علمبرداروں کے بیانات سے ظاہر ہوتے ہیں۔''(۳۵)

فرانسیسی دبستانِ تقابلی ادب کے اہم بنیاد گزاروں میں پال وین ٹیگھیم (Paul Van Tieghem)، جین ماری کارے (Jean Marie Carré) اور ماریوس فرانکوئس گوئیارد (Marius François Guyard) کے نام نمایاں ہیں۔ ان ناقدین نے تقابلی ادب میں ادبی روابط، کسی ادبی روایت کی مقبولیت، اس کے اثرات و کامیابی، ماخذات اور ایک ملک کے ادب کی دوسرے ممالک میں شبیہ جیسے موضوعات کو خاص اہمیت دی۔ اس طرح فرانسیسی دبستان نے تقابلی ادب کو تاریخی روابط اور ادبی اثرات کے مطالعے سے مضبوطی سے جوڑا۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اس کے برعکس امریکی دبستان کے نمایاں علمبرداروں میں رینے ویلک(René Wellek) ،ہنری لیوین (Henry Levin)اور ڈیوڈ میلون (David Mellon) شامل ہیں۔انہوں نے تقابلی ادب میں فنی اور جمالیاتی پہلوؤں کو زیادہ اہمیت دی اور تکنیک، اسلوب، اصناف، ادبی تحریکات، روایتوں، تصورات اور جمالیات جیسے موضوعات کو تقابلی مطالعے کا حصہ بنایا۔ یوں فرانسیسی اور امریکی دونوں دبستانوں کی نظریاتی کوششوں نے تقابلی ادب کے دائرۂ کار کو مسلسل وسعت دی اور اسے ایک ہمہ گیر علمی و تنقیدی شعبہ بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ الفریڈ اوین آلڈرِیج (Alfred Owen Aldridge) لکھتا ہے :

> ''طریقہ کار کے لحاظ سے ایک عام مطالعے اور تقابلی مطالعے میں کوئی فرق نہیں ہے سوائے اس کے کہ تقابلی مطالعے کا دائرہ بہت وسیع ہے اور اس میں دو یا دو سے زائد ادبیات کا ایک ساتھ مطالعہ کیا جاتا ہے۔''(۳۶)

الفریڈ اوین آلڈرِیج کی اس بات سے تقابلی مطالعے کے بیشتر ماہرین متفق ہیں۔ان کے قریب تقابلی مطالعے میں اصل طریقہ کار تقابل ہی ہے اور وہ اپنے اس خیال کی تائید میں ٹی۔ایس ایلیٹ (T. S.Eliot) کا یہ قول پیش کرتے ہیں کہ :

> '' موازنہ اور تجزیہ ہی ایک نقاد کے اہم آلات ہیں''۔تقابلی مطالعے کے طریقہ کار پر روشنی ڈالتے ہوئے جان فلیچر (John Fletcher) اپنے مقالے The Criticism Of Comparison میں تقابلی مطالعے کے لیے موضوع کے انتخاب کے سلسلے میں پانچ اصول قائم کرتا ہے۔ مختلف ادبیات میں مماثلت اور اختلاف کی سطح پر تقابلی مطالعہ، ایک ہی عہد کے مختلف تخلیق کاروں پر ایک دوسرے کے اثرات کا تقابلی مطالعہ، ایک ہی تخلیق کے مختلف تراجم کا تقابلی مطالعہ، ادب پر دوسرے علوم کے اثرات کا تقابلی مطالعہ، تحریکات و رجحانات کا تقابلی مطالعہ "(۳۷)۔

جان فلیچر کے قائم کردہ اصولوں کے طرز پر ہندی کے مشہور اسکالر ڈاکٹر اندر ناتھ چودھری نے بھی اپنی کتاب تلنا تمک ساہتیہ بھارتیہ پری پیکش میں تقابلی مطالعے کے سات اصول بیان کیے ہیں:

> "جن میں موضوعات کی سطح پر تقابلی مطالعہ، تکنیک کی سطح پر تقابلی مطالعہ، تحریکات و رجحانات کی سطح پر تقابلی مطالعہ، زبان کی سطح پر تقابلی مطالعہ، ایک ہی تخلیق کے مختلف تراجم کا تقابلی مطالعہ، ایک ملک کی ادبیات کا تقابلی مطالعہ، مخصوص قلم کاروں کا تقابلی مطالعہ شامل ہیں"(۳۸)

اسی طرح اردو کے قلم کار ڈاکٹر نہال افروز نے تقابلی مطالعے کے سات اصول بیان کیے ہیں:

> ''کسی بھی فن پارے میں سیاسی، سماجی، مذہبی، نفسیاتی، تہذیبی، ثقافتی اور معاشی عناصر ضرور پائے جاتے ہیں اور فن پارے کو تخلیق کرنے کے لیے زبان و بیان، ہئیت و اسلوب، زماں و مکاں وغیرہ کا استعمال بھی

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ہوتا ہے۔ لہٰذا کسی بھی فن پارے کا تقابلی مطالعہ کرنے کے لیے انہی مختلف سطوح پر مطالعہ کرنا ہوگا: سوانحی سطح، سماجی و سیاسی سطح، تہذیبی و ثقافتی سطح، جنسی و نفسیاتی سطح، تکنیک کی سطح، زبان و بیان کی سطح، تحریکات و رجحانات کی سطح"۔(۳۹)

تقابلی مطالعے کے لیے موضوع کے انتخاب میں اس بات کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے کہ جن دو زبانوں، ادبی روایتوں یا ایک ہی زبان کی دو تخلیقات کو موازنے کے لیے منتخب کیا جارہا ہو، ان کے درمیان کم از کم ایک یا ایک سے زیادہ مشترک خصوصیات موجود ہوں۔ مثال کے طور پر دونوں کی زبان، صنف، موضوع، عہد، تکنیک یا ادبی رجحان ایک جیسا ہو، یا دونوں تخلیقات کسی مشترک تحریک یا فکری اثر کے تحت وجود میں آئی ہوں۔ ایسی مناسبت تقابلی مطالعے کو زیادہ منظم، بامعنی اور نتیجہ خیز بناتی ہے۔ اسی کے ساتھ تقابلی مطالعے اور موازنے میں غیر جانب دارانہ رویہ بنیادی شرط ہے، کیونکہ ذاتی پسند و ناپسند تحقیق کی صحت کو متاثر کر سکتی ہے۔

تقابلی ادب اور تقابلی مطالعے کے باہمی تعلق کو بھی واضح طور پر سمجھنا چاہیے۔ تقابلی مطالعہ، تقابلی ادب کا ایک اہم حصہ ضرور ہے، لیکن دونوں کو مکمل طور پر مترادف قرار نہیں دیا جا سکتا۔ تقابلی ادب کا دائرہ تقابلی مطالعے سے زیادہ وسیع ہے، کیونکہ اس میں نہ صرف ادبی متون یا مصنفین کا موازنہ شامل ہوتا ہے بلکہ مختلف زبانوں، تہذیبوں، ادبی روایتوں اور فکری رجحانات کے باہمی تعلقات کا مطالعہ بھی کیا جاتا ہے۔ اس لیے دونوں کے درمیان مماثلت کے ساتھ ساتھ ایک واضح امتیاز بھی موجود ہے۔ ڈاکٹر حیات افتخار اپنے مجموعہ مضامین "تقابلی ادبی مطالعہ" میں تقابلی ادب کی تعریف و تشریح پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تقابلی ادبی مطالعہ سے مراد دو زبانوں کے ادبیات کا تقابلی مطالعہ ہے یا مخصوص حالات میں دو مختلف ملکوں کی ایک ہی زبان کے ادب کا مطالعہ بھی ہو سکتا ہے۔ یہ مطالعہ بیک وقت ادب کے تمام پہلوؤں کا بھی احاطہ کر سکتا ہے۔ کسی مخصوص صنف کا فنی لحاظ سے تقابل بھی ممکن ہے یا کسی مخصوص تحریک، رجحان یا افکار کے اثرات کا تقابلی جائزہ بھی لیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ کسی دو یا دو سے زیادہ زبانوں کے ادبیات کے علاوہ ایک ہی زبان کے مختلف یا مماثل افکار کے حامل ادیبوں کی تخلیقات کا مطالعہ بھی ممکن ہو سکتا ہے لیکن عالمی سطح پر تقابلی ادب کے نام سے تحقیق کا جو شعبہ وجود میں آیا ہے اس میں عام طور پر دو مختلف زبانوں کے ادبیات کے مشترکہ اور اختلافی پہلوؤں کو موضوع بنایا جاتا ہے۔" (۴۰)

ڈاکٹر یوسف عامر "تقابلی ادب" کی توضیح پیش کرتے ہوئے اپنی کتاب "جدید اردو اور جدید عربی شاعری کا تقابلی مطالعہ" کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

"تقابلی ادب "ادب کی ایک شاخ ہے اور ادب کی تاریخ میں اپنی ایک جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔ تقابلی ادب میں ادبی رجحانات اور میلانات کے موازنے کی بنیاد پر دو یا اس سے زیادہ ادبی روایتوں کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

فرانسیسی اور امریکی ادبی دبستانوں میں تقابلی ادب کے تصورات یکساں نہیں ہیں۔ فرانسیسی دبستان کے مطابق تقابلی ادب علم کی ایک ایسی شاخ ہے جس میں کسی دوسری زبان کے تراجم کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی قوم یا کسی ایک ادیب پر دوسری قوم یا کسی دوسرے ادیب کے اثرات کا مطالعہ بھی کیا جاتا ہے لیکن امریکی دبستان کے مطابق تقابلی ادب کا تصور اپنے آپ میں اس سے زیادہ وسعت رکھتا ہے۔ امریکی علمائے ادب تقابلی ادب میں دو یا دو سے زیادہ ادبی روایتوں کے تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ مماثلت اور اختلاف کا کوئی بھی گوشہ ان کی توجہ سے محروم نہیں رہتا۔ اس لیے تقابلی ادب کی جو سطح ہمیں امریکی دبستان میں ملتی ہے وہ کہیں اور نظر نہیں آتی۔"(۴۱)

تقابلی ادب کی اہمیت، افادیت اور ضرورت کے بڑھتے ہوئے شعور کے باعث موجودہ دور میں اسے ایک باقاعدہ علمی شعبے کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ اسی وجہ سے دنیا کی بہت سی جامعات میں تقابلی ادب کو نصاب کا حصہ بنایا گیا ہے اور اس کی تدریس و تحقیق مستقل بنیادوں پر کی جا رہی ہے۔ پروفیسر محمد حسن تقابلی ادب کی وسعت و جامعیت کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تقابلی ادب نے ایک نئے اور وسیع تر اندازِ تنقید کو رائج کیا جو محض دو فنکاروں یا دو شہ پاروں کے تقابل سے عبارت نہ تھا بلکہ دو ادبیات اور تہذیبوں کے درمیان تبادلہ' لین دین اور اثر پذیری کے عمل کا سنجیدگی سے مطالعہ کرتا تھا اور اس عمل کے عمرانی عوامل اور مآخذ تلاش کرتا تھا''(۴۲)

تقابلی ادب کسی ایک مخصوص زبان، ملک یا ثقافت تک محدود نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک خاص فکری نقطۂ نظر، تنقیدی رویّے اور مطالعے کے طریقۂ کار کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس کے ذریعے مختلف زبانوں، ممالک اور ثقافتوں کے پس منظر میں تخلیق ہونے والے ادب کا باہمی مطالعہ اور تجزیہ کیا جاتا ہے۔ ممتاز مغربی نقاد انتونی تورلبی (Anthony Thorlaby) لکھتے ہیں:

"تقابلی ادب میں تخلیقی کارناموں کے تجزیے کے لیے تقابل کو نہایت ہی مفید تکنیک کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور اس میں تقابلی مطالعہ کے لیے ایک ہی زبان کی تحریروں کو منتخب نہیں کیا جاتا بلکہ دیگر رسالوں کے ادب میں موجود تقابل کے لحاظ سے اہم نکات کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے۔" (۴۳)

مندرجۂ بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ تقابلی ادب محض دو ادبی متون، مصنفین یا زبانوں کے موازنے کا نام نہیں بلکہ ایک وسیع علمی، تنقیدی اور تحقیقی منہج ہے جو مختلف زبانوں، تہذیبوں، ادبی روایتوں، فکری رجحانات اور ثقافتی مظاہر کے باہمی روابط، اثرات اور امتیازات کا مطالعہ کرتا ہے۔ اس کی تاریخی ترقی، فرانسیسی اور امریکی دبستانوں کی نظریاتی خدمات اور جدید بین العلومی جہات نے اس کے دائرۂ کار کو مزید وسعت دی ہے۔ تقابلی مطالعے میں موضوع کے مناسب انتخاب، باہمی مناسبت اور غیر جانب دارانہ رویّے کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ یہی خصوصیات تقابلی ادب کو نہ صرف ادبی تفہیم اور تنقیدی شعور کا مؤثر وسیلہ بناتی ہیں بلکہ

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

مختلف تہذیبوں اور انسانی تجربات کے درمیان فکری و ثقافتی مکالمے کو بھی فروغ دیتی ہیں۔اسی بناپر عصرِ حاضر میں تقابلی ادب ایک اہم اور ناگزیر علمی شعبے کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

حوالہ جات:

1۔ عبدالستار دلوی،پروفیسر، ادبی و لسانی تحقیق اور تقابلی ادب ،اصول و طریق کار، انجمن اسلام اردو، ممبئی،۲۰۱۶ء،ص۱۱۵

2۔ ہنری ایچ۔ ایچ ریماک،مضمون Comparative Literature, Its Definition and Function مشمولہ کتاب Comparative Literature: Method and Perspective،مرتب نیوٹن پی اسٹال نخت اور ہورسٹ فریز، USA Southern Illinois University Press, Carbondale,۱۹۶۱ص۳

3۔ پروفیسر محمد حسن، مشرق و مغرب میں تنقیدی تصورات کی تاریخ، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی،۲۰۱۶ء،۳۵۹

4۔ محمد حسن، مشرق و مغرب میں تنقیدی تصورات کی تاریخ، ترقی اردو بیورو نئی دہلی،۱۹۹۰ء ص،۳۵۹

5۔ حمد حسن، مشرق و مغرب میں تنقیدی تصورات کی تاریخ، ایضاً، ص۳۵۹

6۔ محمد حسن، مشرق و مغرب میں تنقیدی تصورات کی تاریخ، ایضاً، ص۳۶۰

7۔ اندر ناتھ چودھری، تلنا تمک ساہتیہ بھارتیہ پری پیکش، وانی پرکاشن، دہلی،۲۰۱۸ء، ص۵۲

8۔ اندر ناتھ چودھری، تلنا تمک ساہتیہ بھارتیہ پری پیکش، وانی پرکاشن، دہلی،۲۰۱۸ء، ص، ۴۲،۴۱

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

9۔ اندرناتھ چودھری، تلنا تمک ساہتیہ بھارتیہ پری پیکش، وانی پرکاشن، دہلی، ۲۰۱۸ء، ص، ۵۱

10۔ ڈاکٹر نہال افروز، تقابلی مطالعہ : معنی، مفہوم اور سطوح، رسالہ نیا دور، لکھنؤ، جون ۲۰۱۹ء، ص ۲۰

11۔ حیات افتخار، ڈاکٹر، تقابلی ادبی مطالعہ (مضامین کا مجموعہ)، جے۔ایم پرا سس، چنئی، ۲۰۱۰ء ص ۲۰

12۔ ڈاکٹر یوسف عامر، جدید اردو اور جدید عربی شاعری کا تقابلی مطالعہ (۱۹۶۰ء سے تا حال)، انجمن ترقی اردو، ہند، س، ن۔م، ص ۴

13۔ محمد حسن، مشرق و مغرب میں تنقیدی تصورات کی تاریخ، ترقی اردو بیورو نئی دہلی، ۲۰۱۰ء، ص ۳۵۹

14۔ Steven Totosy: Comparative Literature, Theory, Method, Application P15